International Research Journal on Islamic Studies (IRJIS)
ISSN 2664-4959 (Print), ISSN 2710-3749 (Online)
Journal Home Page: https://www.islamicjournals.com
E-Mail: tirjis@gmail.com / info@islamicjournals.com
Published by: "Al-Riaz Quranic Research Centre" Bahawalpur

مکی عہد کے مسلم مستضعفین کی دلجوئی کے لیے نبوی ﷺ اقدامات

Prophetic (PBUH) Measures for the Oppressed Muslims of Makki Era

1. Hafiz Muhammad Shoaib Shah,
Ph.D. Scholar,
The Islamia University of Bahawalpur, Punjab, Pakistan
Email: haizshoaib@gmail.com
ORCID ID: https://orcid.org/0000-0002-2678-6991

2. Dr. Muhammad Saeed Sheikh,
Assistant Professor,
Department of Quranic Studies,
The Islamia University of Bahawalpur, Punjab, Pakistan
Email: saeed.sheikh@iub.edu.pk
ORCID ID: https://orcid.org/0000-0003-4267-0718

To cite this article: Hafiz Muhammad Shoaib Shah and Dr. Muhammad Saeed Sheikh. 2021. "Prophetic (PBUH) Measures for the Oppressed Muslims of Makki Era". International Research Journal on Islamic Studies (IRJIS) 3 (Issue 2), 99-112.

Journal	International Research Journal on Islamic Studies Vol. No. 3 || July - December 2021 || P. 99-112
Publisher	Al-Riaz Quranic Research Centre, Bahawalpur
URL:	https://www.islamicjournals.com/urdu-3-2-7/
DOI:	https://doi.org/10.54262/irjis.03.02.u07
Journal Homepage	www.islamicjournals.com
Published Online:	July 2021

Abstract:

The weak, oppressed and helpless group of people who needs the help of others or are unable to live freely being a substitute under infidel government is called Mustaz'afeen in Islamic terms. When the Holy Prophet (PBUH) pronounced Islam, his (PBUH) followers were only weak people of society. These people were persecuted in diverse ways because of accepting Islam. We can call these weak people Mustaz'afeen in Islamic terminology. The holy Prophet (PBUH) took every step to make them happy. He (PBUH) gave them respect, consolation and help that could be possible at that time. In this article, the term of Mustaz'if is defined and what meanings are given in the Quran for this word and what steps holy prophet (PBUH) took for their consolation are highlighted. And in the end, steps are discussed for the help of these Mustaz'afeen in the contemporary era.

Keywords: Mustaz'afeen, Oppressed Muslims, Makki era, Consolation, Contemporary era

1 تمہید

آپ ﷺ کی بعثت کے وقت دنیا کس حال پر موجود تھی؟ بعثت نبوی ﷺ سے قبل اس دنیا میں بسنے والے انسان کس حالت میں زندہ تھے؟ اور لوگ کن کن مصائب وآلام کا شکار تھے؟ ان تمام سوالات کا جواب اگر ایک لفظ میں دیا جائے تو وہ ہے ظلم یا ناانصافی۔ یعنی بنیادی طور اس معاشرے میں کمزور پر ظلم اور اس کے ساتھ ناانصافی ایک مرکزی عنصر تھا جو اس معاشرے میں راسخ شدہ تمام برائیوں اور ناہمواریوں کا سبب تھا۔ یہی ظلم قبائل میں نسل در نسل جاری لڑائیوں کا بنیادی محرک تھا۔ اور بد قسمتی سے یہی ظلم اس معاشرے کے لیے وجہ افتخار بھی تھا اور ان کے ہاں اس ظلم کو کارہائے نمایاں اور بہادری کے نام سے قصہ کہانیوں اور اشعار کی شکل میں محفوظ کر کے اگلی نسلوں میں منتقل بھی کیا جاتا تھا۔ اور پھر یہ ظلم ہمہ جہت تھا۔ افراد و معاشرہ دونوں ہی اس میں برابر کے حصہ دار تھے۔ یہ ظلم بیٹیوں کو زندہ درگور کرنے کی شکل میں بھی موجود تھا۔ یہ ظلم کمزوروں کو جرائم میں کڑی سزائیں دینے اور اشرافیہ کے جرائم سے چشم پوشی کی شکل میں بھی موجود تھا۔ یہ ظلم غلاموں اور ماتحتوں کے ساتھ غیر انسانی سلوک کی شکل میں بھی موجود تھا۔ یہ ظلم اقتدار کی ہوس میں قتل عام اور محکوموں کے ساتھ بھیانک اور ناقابل برداشت سلوک اور ایذاء رسانیوں کی شکل میں بھی موجود تھا۔

ظلم کے سلسلے بڑی شدومد کے ساتھ جاری وساری تھے کہ آپ ﷺ کی بعثت ہوئی۔ اور پھر کفار و مشرکین کی طرف سے مظالم کا یہ سلسلہ بڑھتا ہوا آپ ﷺ کی دعوت پر لبیک کہہ کر اسلام قبول کرنے والے نہتے مسلمانوں تک متعدی ہوا۔ جس کے نتیجے میں عہد نبوی کے مسلمانوں پر مختلف النوعیت مظالم کے پہاڑ توڑے گئے، ظلم کے ایسے نئے نئے بھیانک طریقے ایجاد کیے گئے کہ انسانیت شرما اٹھتی ہے۔

پیغمبر اسلام ﷺ کی آمد اور بعثت کا مقصد ظلم کے ان تمام انواع واقسام کو ختم کر کے مظلوم و مستضعف طبقہ کی بحالی اور انہیں آزادی اور عزت و وقار کے ساتھ زندہ رہنے کا حق دینا تھا۔ لہٰذا ان کی دل جوئی کے لیے متعدد اقدامات کیے۔ چنانچہ آپ ﷺ کی حیات طیبہ کا مطالعہ بتاتا ہے کہ آپ ﷺ نے ساری زندگی مظلوموں کی دادرسی کی اور ظالم کے ہاتھ کو ظلم سے روکا ہے۔

اگرچہ آغاز اسلام میں خود آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کفار کی طرف سے طرح طرح کے مظالم اور مصائب وآلام کا شکار رہے۔ حتیٰ کہ کفار کی ایذارسانیوں کی وجہ سے بلداللہ مکہ مکرمہ کو چھوڑ کر مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کرنا پڑی۔ لیکن در حقیقت یہی ہجرتِ مدینہ اسلام اور مسلمانوں کے لیے کامیابی کا نقطہ آغاز تھی۔ یہی ہجرت مسلمانوں کے استضعاف کے خاتمے کا سبب بنی۔

ہجرت مدینہ کے بعد میثاق مدینہ اور دیگر متعدد قبائل کے ساتھ کیے گئے مواثیق ہوں یا مختلف جنگی مہمات ہوں، ان تمام تحریکات کا بنیادی مقصد اہل اسلام کا استضعاف ختم کر کے مسلمانوں کو برسر اقتدار لانا، اور دنیا میں انہیں باوقار، بااختیار اور باعزت قوم کی حیثیت سے باور کرانا تھا۔

ہجرت مدینہ سے جو بظاہر اہل اسلام کے لیے بے گھر و بے در ہونے کا مظہر تھا مگر در حقیقت یہاں سے مسلمانوں کی کامیابیوں و کامرانیوں کا سلسلہ شروع ہوا جو آپ ﷺ کے بعد خلفاء راشدین اور بعد کے ادوار میں بھی زمانہ طویل تک جاری رہا۔ اور پھر چشم فلک نے یہ نظارہ بھی دیکھا کہ اسلام کا جھنڈا آدھی سے زیادہ دنیا پر لہرانے لگا۔

بہر حال اگر ہجرت سے قبل بھی مسلمان حالت استضعاف میں تھے۔ اور ہجرت کے بعد بھی بہت سے مسلمان ہجرت پر قدرت نہ ہونے کے سبب مستضعفین کی صف میں شامل رہے۔

2 لغوی معنیٰ:

مستضعفین از باب استفعال، **مستضعف** کی جمع ہے۔ جس کا مادہ " **ضعف** " ہے۔

ضعف کا معنیٰ:

اس کا معنیٰ ہے طاقت کا نہ ہونا۔

کتبِ لغت میں اس لفظ کے درج ذیل معانی بیان کیے گئے ہیں:

ابن منظور لکھتے ہیں:

الضَّعْفُ والضُّعْفُ خِلافُ القُوّةِ وقيل الضُّعْفُ بالضم في الجسد والضَّعف بالفتح في الرَّأْي والعَقْلِ[1]

(ضَعف اور ضُعف قوت کی ضد ہے، کہا گیا ہے جسم میں کمزوری کو ضُعف اور رائے و عقل میں کمزوری کو ضَعف کہتے ہیں۔)

امام راغب اصفہانی رقم طراز ہیں:

الضَّعْفُ قد يكون في النّفس، وفي البدن، وفي الحال، وقيل: الضَّعْفُ والضُّعْفُ لغتان. قال تعالى: وَعَلِمَ أَنَّ فِيكُمْ ضَعْفاً [2]

(ضَعف کبھی عقل میں ہوتا، اور کبھی جسم اور حالت میں ہوتا ہے۔ اور اس میں ضَعف اور ضُعف دو لغتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور معلوم کر لیا کہ ابھی تم میں کس قدر کمزوری ہے۔)[3]

چنانچہ اس لفظ میں دو لغتیں ہیں اسے زبر کے ساتھ "**ضَعْف**" اور پیش کے ساتھ "**ضُعْف**" دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں۔

مستضعف کا معنیٰ:

یہ باب استفعال سے اسم مفعول کا صیغہ ہے۔ استضعاف کا معنیٰ ہے کمزور سمجھنا، کمزور پانا۔[4]

المنجد میں اس کا معنیٰ " ضعیف سمجھنا " بیان کیا گیا ہے۔[5]

سورہ نساء میں بھی "مستضعفین کا لفظ بے کسوں، اور محروموں کے لیے مستعمل ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْوِلْدَانِ وَاَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتَامٰى بِالْقِسْطِ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ عَلِيْمًا۔[6]

1- Ibn Manzoor, Al-Afriqi, Muhammad Ibn Mukarram, The Language of the Arabs (Beirut: Dar Sadir),203/9
2- Ragheb Isfahani, Hussein bin Muhammad, Mafradat Al-Quran (Beirut: Dar Al-Alam Al-Dar Al-Shamiya, 1412 AH), 507/1
3- Al-Quran, Al Baqarah, 2:**66**
4- Qasmi, Kiranvi, Waheed Al-Zaman, Al-Qaamoos Al-Waheed (Lahore: Idara Islamiyat, 1422) p. 970
5- Louise Maalouf, Al-Munajjid (Arabic, Urdu) (Lahore: Maktab Qudsia, 2009) P:498
6- Al-Quran, Al Nisa, 28:127

(وہ احکام جو اُن بچوں کے متعلق ہیں جو بیچارے کوئی زور نہیں رکھتے اللہ تمہیں ہدایت کرتا ہے کہ یتیموں کے ساتھ انصاف پر قائم رہو، اور جو بھلائی تم کروگے وہ اللہ کے علم سے چھپی نہ رہ جائے گی۔)

اس آیت مبارکہ میں بچوں کو وراثت میں حصہ دینے کا حکم ہے۔ لوگ زمانہ جاہلیت میں بچوں کو حصہ وراثت سے محروم رکھتے تھے تو اس حالت میں انہیں "مستضعفین" کہا گیا ہے۔

مذکورہ بالا اہل لغت اور دیگر اہل علم کی آراء سے معلوم ہوا کہ مستضعفین سے مراد ایسے لوگ ہیں جو عقل ورائے، جسم، مال و دولت اور حال کے اعتبار سے کمزور اور ناتواں ہوں۔

3 اصطلاحی تعریف:

اصطلاح میں **مستضعفین** سے وہ لوگ مراد ہیں جو کمزور، بے سہارا، بے یارو مددگار اور دوسروں کی امداد کے مستحق ہوں اور غیر مسلم حکومتوں کے زیر تسلط ہونے کی وجہ سے آزادانہ زندگی گزارنے سے قاصر ہوں۔

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ مستضعفین کا معنی لکھتے ہیں:

اس سے مراد سچے مسلمان ہیں مگر کافروں کی حکومت میں ہیں اور ان سے مغلوب ہیں اور کافروں کے خوف سے اسلامی عبادتوں کو کھل کر نہیں کرسکتے۔[7]

یعنی جو مسلمان غیر مسلم حکومت سے مغلوب، مرعوب اور ان کے سامنے بے بس ہیں وہ لوگ مستضعفین میں شامل ہیں۔

قرآن حکیم میں یہ لفظ کئی مقامات پر مذکور ہے۔ تقریباً تمام جگہوں پر ہی یہ لفظ اسی معنی میں استعمال ہے۔

سورہ قصص میں ارشاد ربانی ہے:

وَنُرِيدُ أَن نَّمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ۔[8]

(اور ہم چاہتے تھے کہ ان پر احسان کریں جو ملک میں کمزور کیے گئے تھے اور انہیں سردار بنادیں اور انہیں وارث کریں۔)

اس آیت میں " اسْتُضْعِفُوا " سے مراد وہ اہل ایمان بنی اسرائیلی ہیں جنہیں فرعون نے اپنے زیر تسلط رکھا ہوا تھا۔[9]

سورہ اعراف میں یہ لفظ مستکبرین کے بالمقابل استعمال ہوا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا مِن قَوْمِهِ لِلَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا لِمَنْ آمَنَ مِنْهُمْ أَتَعْلَمُونَ أَنَّ صَالِحًا مُّرْسَلٌ مِّن رَّبِّهِ ۚ قَالُوا إِنَّا بِمَا أُرْسِلَ بِهِ مُؤْمِنُونَ۔[10]

(اُس کی قوم کے سرداروں نے جو بڑے بنے ہوئے تھے، کمزور طبقہ کے اُن لوگوں سے جو ایمان لے آئے تھے کہا "کیا تم واقعی یہ جانتے ہو کہ صالحؑ اپنے رب کا پیغمبر ہے؟" انہوں نے جواب دیا "بے شک جس پیغام کے ساتھ وہ بھیجا گیا ہے اُسے ہم مانتے ہیں"۔)

اس آیت مبارکہ میں مستضعفین کو مستکبرین کے مقابل ٹھہرایا گیا ہے۔ ابوحیان اندلسی اپنی تفسیر میں اس کا مصداق یوں تحریر کرتے ہیں:

7- Osmani, Shabbir Ahmad, Maulana, Tafsir Osmani (Karachi: Darul Ashaat, 2006),1/444
8- Al Qasas,7:28
9- Ibn Atiyah, Abdul Haq Ibn Ghalib, Muharram Al-Wajiz in Tafsir Al-Kitab Al-Aziz (Beirut: Dar Al-Kitab Al-Alamiya, 1422 AH), 276/4
10- Al Aaraf, 7:75

امام بخاریؒ مستضعفین کی تعریف کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں۔

(المستضعفين) المسلمين الذين بقوا بمكة مستذلين لصد المشركين لهم وضعفهم عن الهجرة۔[11]

(مستضعفین وہ مسلمان تھے جو مشرکین کے روکنے کی وجہ سے اور ہجرت سے عاجز ہونے کی وجہ سے مکہ میں رہ گئے تھے۔)

درج بالا اقوال کی روسے مستضعفین سے مراد ایسے لوگ ہیں جو کسی غیر مسلم ریاست میں مظلوم و مقہور ہوں، اپنے دینی، مالی، معاشی اور سماجی حقوق سے محروم ہوں، حتیٰ کہ زندہ رہنا بھی ان کے لیے مشکل ہو۔ لہٰذا فی زمانہ وہ تمام مظلوم و مقہور مسلمان جو غیر مسلم ممالک میں رہتے ہیں اور وہ براہ راست اپنی حکومتوں کے جبر و تشدد کا شکار ہیں یا وہاں کی حکومتوں کی شہ پر اور سرکاری سرپرستی میں کفار شہریوں کی طرف سے طرح طرح کے آلام و مصائب اور مظالم کی چکی میں پِس رہے ہیں اور وہ اپنے دفاع کے حق سے بھی محروم ہیں۔ جیسے برما، مقبوضہ کشمیر، بلادِ شام، یمن اور برما کے مظلوم کلمہ گو مسلمان اس دور کے مستضعفین ہیں۔

4 مسلم مستضعفین کی دل جوئی کے لیے نبوی اقدامات:

انسانوں کو فرشتوں پر افضلیت جو عطا کی گئی ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ فرشتوں کو ایسی حالت پر پیدا کیا گیا ہے کہ ان میں سفلی جذبات اور دنیاوی عوارض نہیں رکھے گئے۔ ان کے مقابلے میں انسانوں میں تمام تر انسانی عوارض، شہوات و جذبات اور دنیاوی ضروریات رکھی گئی ہیں۔ لہٰذا جب انسان سب رکاوٹوں کو عبور کرکے اپنے رب کے ساتھ تعلق قائم کرتا ہے تو رب کے ہاں اس کی قدر و منزلت بھی زیادہ ہوتی ہے۔ لہٰذا جو اہل ایمان مستضعفین ظلم کی چکی میں پستے ہیں یقیناً اللہ کے ہاں ان کا مقام و مرتبہ بھی بلند ہوتا ہے۔ اسلام میں کئی اعتبار سے ان کے بلند مرتبہ کو واضح کیا گیا ہے۔

اسی طرح جب بھی کوئی نبی کسی قوم میں مبعوث ہوئے تو عموماً دو طرح کے لوگوں سے ان کا سابقہ پڑا۔ ایک وہ لوگ جو اس قوم کے سرادار اور وڈیرے تھے جنہیں قرآن کریم نے "ملاء قوم" کہا ہے۔ دوسرے اس قوم کے معمولی اور کمزور لوگ جن کی اس قوم میں کوئی نمایاں حیثیت نہیں ہوتی تھی، اور جن کو کم حیثیت سمجھا جاتا تھا، ایسے طبقے قرآن مجید نے " ارازل قوم" یا "مستضعفین" کہا ہے۔

کسی بھی نبی کی دعوت پر سب سے پہلے لبیک کہنے والے لوگ یہی مستضعفین اور "ارازل" ہی ہوتے تھے۔ یہی لوگ انبیاء پر ایمان لانے میں پہل کرتے اور خود کو اشرافیہ اور ملاء القوم کے ظلم و تشدد کا نشانہ بننے کے لیے پیش کردیتے۔ تقریباً اسی صورت حال کا اکثر انبیاء نے سامنا کیا۔ چنانچہ جب حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو دعوتِ حق دی تو سب سے پہلے اسی کمزور اور دبے ہوئے طبقے نے ہی ان کی دعوت کو سینے سے لگایا۔ جب کہ اشرافیہ نے تو یوں کہا تھا:

اَنُؤۡمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الۡاَرۡذَلُوۡنَ[12]

(کیا ہم تجھ پر ایمان لائیں حالانکہ تیرے تابع تو کمینے لوگ ہوئے ہیں۔)

11- Al-Bukhari, Muhammad ibn Isma'il, Al-Jami 'al-Sahih, (Beirut: Dar Ibn Katheer, 1407 AH), Hadith No.:1291

12- Al Shuaraa, 26:111

لہٰذا یہ کمزور اور دبا ہوا طبقہ ہی انبیاء پر سب سے پہلے ایمان لایا کرتا تھا۔ انبیاء کے اولین جانباز سپاہی اسی طرح کے لوگ ہوا کرتے تھے۔

اسی لیے قرآن و حدیث کی نصوص سے ان مستضعفین کا بہت اعلی مقام و مرتبہ معلوم ہوتا ہے۔

1) حضرت بلال حبشیؓ کی دل جوئی:

حضرت بلال حبشیؓ ان مستضعفین اہل ایمان میں سے ہیں جنہیں اسلام قبول کرنے پر ایسی ایسی تکالیف کا سامنا کرنا پڑا جن کا سوچ کر ہی انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، جیسے دہکتے انگاروں پر لٹا دیا جاتا تھا مگر حضرت بلالؓ ہیں کہ ان کی زبان سے ایک ہی کلمہ توحید نکلتا تھا۔

حضور نبی مکرم ﷺ نے اتنی عزت و تکریم بخشی کہ انہیں اپنا مؤذن ہونے کا اعزاز بخشا، بلکہ انہیں سید المؤذنین ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

ابن سعد نے آپ ﷺ کے تین مؤذنین کا ذکر کیا ہے اُس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت بلالؓ سید المؤذنین تھے:

عَنْ عَامِرٍ قَالَ: كَانَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةُ مؤذنين: بلال وأبو محذورة وعمرو ابن أُمِّ مَكْتُومٍ. فَإِذَا غَابَ بِلَالٌ أَذَّنَ أَبُو مَحْذُورَةَ. وَإِذَا غَابَ أَبُو مَحْذُورَةَ أَذَّنَ عَمْرُو ابن أم مكتوم.[13]

(عامرؒ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کے تین موذنین تھے، بلالؓ، ابو محذورہؓ اور عمرو ابن ام مکتومؓ۔ جب حضرت بلالؓ موجود نہ ہوتے تو ابو محذورہؓ اذان دیتے تھے اور جب ابو محذورہؓ موجود نہ ہوتے تو عمرو ابن ام مکتومؓ اذان دیتے تھے۔)

یعنی اولین اور اصل مؤذن حضرت بلال رضی اللہ عنہ تھے۔ ان کی موجودگی میں کوئی اور اذان نہیں کہتا تھا۔ ہاں انکی عدم موجودگی میں دوسرے دو حضرات بالترتیب یہ فریضہ سرانجام دیتے تھے۔ گویا حضرت بلال سید المؤذنینؓ تھے۔

2) جنت میں قدموں کی آہٹ:

آپ ﷺ معراج کے موقع پر جب جنت کی سیر کے لیے تشریف لے گئے تو وہاں آپ ﷺ نے حضرت بلال حبشیؓ کے قدموں کی آہٹ سنی تو آپ ﷺ نے حضرت بلال حبشیؓ کی دل جوئی خاطر انہیں یہ خبر دی تاکہ انہوں نے اسلام کی خاطر جو قربانیاں دی ہیں اس پر ان کی حوصلہ افزائی ہو سکے۔ چنانچہ حدیث میں ہے:

عن أبي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لبلال عند صلاة الغداة «يا بلال حدثني بأرجى عمل عملته عندك في الإسلام منفعة فإني سمعت الليلة خشف نعليك بين يدي في الجنة». قال بلال ما عملت عملا في الإسلام أرجى عندي منفعة من أني لا أتطهر طهورا تاما في ساعة من ليل ولا نهار إلا صليت بذلك الطهور ما كتب الله لي أن أصلي.[14]

13- Ibn Sa'd, Muhammad ibn Sa'd ibn Man'i, Al-Tabqat al-Kubra, (Beirut: Dar al-Kitab al-Alamiya, 1410 AH),177/3

14- Al-Qushayri, Muslim Ibn Al-Hajjaj, Al-Jami 'Al-Sahih, Beirut: Dar Al-Jabal, Hadith No.: 6478

(نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ عنہ سے فجر کے وقت پوچھا کہ اے بلال! مجھے اپنا سب سے زیادہ امید والا نیک کام بتاؤ جسے تم نے اسلام لانے کے بعد کیا ہے، کیونکہ میں نے جنت میں اپنے آگے تمہارے جوتوں کی چاپ سنی ہے۔ بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میں نے تو اپنے نزدیک اس سے زیادہ امید کا کوئی کام نہیں کیا کہ جب میں نے رات یا دن میں کسی وقت بھی وضو کیا تو میں اس وضو سے نفل نماز پڑھتا رہتا جتنی میری تقدیر لکھی گئی تھی۔)

یہ کس قدر اعلیٰ مقام ہے جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا کیا تھا کہ آپ ﷺ سے پہلے ہی حضرت بلالؓ کے قدموں کی آواز جنت میں پہنچ چکی تھی۔

3) مغفرت کی بشارت:

اللہ تعالیٰ نے مستضعفین اور کفار کے ظلم کا نشانہ بننے والے صحابہ کو مغفرت کی خوشخبری سنائی ہے، جس سے مقصد جہاں آخرت میں ان کے بلند مرتبے کو بتانا تھا وہاں ان کی دل جوئی بھی مقصود تھی۔ ابن حجر نے اس حوالے سے عمر بن حکم کا یہ قول نقل کیا ہے:

كان عمار بن ياسر يعذب حتى لا يدري ما يقول و كذا صهيب وأبو فائد وعامر بن فهيرة وقوم وفيهم نزلت هذه الآية: ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جَاهَدُوْا وَصَبَرُوْٓا اِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔[15]

(عمار بن یاسر کو اتنی تکلیف دی گئی کہ انہیں یہ بھی ہوش نہیں رہتا کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں، اسی طرح حضرت صہیب، ابوفائد اور عامر بن فہیرہ اور کچھ لوگ، ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی: (پھر بے شک تیرا رب ان کے لیے جنہوں نے مصیبت میں پڑنے کے بعد ہجرت کی پھر جہاد کیا اور صبر کیا، بے شک تیرا رب ان باتوں کے بعد بخشنے والا مہربان ہے۔)

کسی بھی مسلمان کے لیے اس سے بڑی بشارت اور کیا ہو سکتی ہے کہ اسے دنیا میں ہی مغفرت کی خبر دے دی جائے۔ تو مستضعفین کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ہی مغفرت اور بخشش کی خبر دے دی جو ان کو پہنچنے والی تکالیف کی بدولت تھا۔

4) عذاب الہیہ سے حفاظت کا ذریعہ:

آپ ﷺ اسلام کی خاطر قربانیاں دینے والے مستضعفین کی یہ کہہ کر بھی دل جوئی کہ اللہ تعالیٰ نے ان مستضعفین کی وجہ سے دوسرے لوگوں سے عذاب کو ٹال لیا اور ان کی بدولت اور ان کے صدقے عذاب الٰہی سے مامون رہے۔

فلولا ما كان بين أظهرهم من المستضعفين من المؤمنين المستغفرين، لأوقع بهم البأس الذي لا يرد، ولكن دفع عنهم بسبب أولئك، كما قال تعالى في يوم الحديبية: {هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ ۚ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنَاتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَئُوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ لِّيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۚ لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا}[16][17]

15- Ibn Hajar, Ahmad Ibn Ali Ibn Hajar, Al-Asqalani, Al-Asaba Fi Tameez Al-Sahaba (Beirut: Dar Al-Jabal, 1412 AH) 451/3

16- Al-Quran, 48:25

17- Ibn Kathir, Tafsir al-Quran al-Azeem, 50/4

(اگر ان کے اندر استغفار کرنے والے مستضعفین اہل ایمان نہ ہوتے تو اللہ ان پر ایسے عذاب نازل کرتا جو ان سے ٹالا نہ جاتا، لیکن ان مستضعفین کے سبب ان سے دور کر دیا گیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حدیبیہ کے دن فرمایا: "وہ تو وہی ہیں جنہوں نے انکار کیا اور تمہیں مسجد حرام سے روکا اور قربانی کے جانوروں کو روکے رکھا اس سے کہ وہ اپنی قربان گاہ تک پہنچیں، اور اگر کچھ مرد ایمان والے اور عورتیں ایمان والی نہ ہوتیں جنہیں تم نہیں جانتے تھے کہ تم انہیں پامال کر دیتے پھر ان کی طرف سے تم پر نادانستگی سے الزام آتا (تو تمہیں لڑنے سے نہ روکا جاتا)، تاکہ اللہ اپنی رحمت میں جسے چاہے داخل کرے، اگر وہ ٹل گئے ہوتے تو ہم ان میں سے جو کافر ہیں انہیں دردناک عذاب دیتے"۔

یعنی ایک تو خود مستضعفین کو دنیا میں مغفرت کی بشارت دے دی گئی اور مزید یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کی وجہ سے دوسرے لوگوں کی بھی مغفرت کر دیتے ہیں۔ خود بھی مغفور اور دوسروں کی مغفرت کا ذریعہ۔

5) اللہ کی طرف سے تسلی کا نازل ہونا:

ایک موقع پر ان کمزور اور بے بس و بے کس صحابہؓ کو آپ ﷺ کی مجلس میں بیٹھے دیکھ کر ابو جہل اور اس کے ساتھ سردارانِ قریش نے استہزا کیا اور کہا کہ یہ لوگ جنت کے سردار ہیں؟ تو اس پر اللہ کے قرآن مجید میں آپ ﷺ کی تسلی کی خاطر آیت نازل کی اور کفار کی تردید کی اور ان کمزور اور مستضعفین کی دل جوئی اور حوصلہ افزائی فرمائی۔ چنانچہ سمرقندی اس بارے میں ضحاک کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

كان النبيّ صلّى الله عليه وسلم جالساً في المسجد الحرام مع المستضعفين من المؤمنين بلال بن رباح وصهيب بن سنان وعمار بن ياسر وغيرهم. فمر بهم أبو جهل بن هشام في ملأ من قريش وقال: يزعم محمد أن هؤلاء ملوك أهل الجنة فأنزل الله تعالى على رسوله هذه الآية ليثبت بها فؤاده، ويصبره على أذاهم فقال: وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِنْ قَبْلِكَ يعني: إن سخر أهل مكة من أصحابك فقد فعل ذلك الجهلة برسلهم فجعل الله تعالى دائرة السوء على أهل ذلك الاستهزاء.[18]

(نبی ﷺ مسجد حرام میں مستضعفین مومنین، بلال بن رباح، صہیب بن سنان، عمار بن یاسر وغیرہ کے ساتھ بیٹھے تھے کہ ان کے پاس سے ابو جہل بن ہشام کا قریش کی ایک جماعت کے ساتھ گزر ہوا، اور ابو جہل نے کہا: محمد سمجھتا ہے کہ یہ لوگ جنتیوں کے بادشاہ ہونگے۔ تو اللہ نے اپنے رسول (ﷺ) پر یہ آیت نازل کی، تاکہ آپ ﷺ کا دل مضبوط ہو اور آپ ﷺ ان کی تکالیف پر صبر کریں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "اور تم سے پہلے بھی بہت سے رسولوں کا مذاق اڑایا جا چکا ہے"۔ یعنی اگر اہل مکہ آپ کے اصحاب کا مذاق اڑاتے ہیں تو ان جاہلوں نے اپنے رسول کے ساتھ یہ پہلے بھی کیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس استہزا کرنے والوں پر ہی بری گردش ڈال دی۔)

6) جنت کی بشارت:

مستضعفین نے دنیا میں دین متین کی خاطر جو مصائب و مسائل برداشت کیے ان کی وجہ سے جہاں آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے بعد آپ کے صحابہ کرامؓ نے انہیں بے پناہ عزت و تکریم دی اور ان کی دل جوئی کا سامان کیا۔ اسی طرح آخرت میں بھی

18- Al-Samarkandi, Nasr ibn Muhammad ibn Ahmad, Bahr al-Uloom,Beirut: Dar al-Fikr,458/1

اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ خصوصی معاملہ کریں گے۔ اور آپ ﷺ نے دنیا میں ہی ان کو جنت کی بشارت دی تھی۔ حدیث پاک میں ہے:

عن جابر: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم مر بعمار وأهله وهم يعذبون فقال: أبشروا آل عمار وآل ياسر فإن موعدكم الجنة۔[19]

(حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا حضرت عمارؓ اور ان کے خاندان کے پاس سے گزر ہوا جو (کفار کی طرف سے) عذاب میں مبتلاء تھے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا صبر کرو آلِ یاسر، تمہارا ٹھکانہ جنت ہے۔)

اسی طرح ایک اور روایت میں آپ ﷺ نے واضح طور آخرت میں مستضعفین کے ساتھ خصوصی سلوک کا خبر دی کہ جنت میں داخل ہونے والے زیادہ تر وہ لوگ ہوں گے جنھوں نے دنیا میں ظلم و ستم سہے ہونگے۔ مصائب و آلام پر صبر کا مظاہرہ کیا ہوگا۔

زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ ﷺ سے روایت کرتے ہیں:

قال: قمت على باب الجنة فكان عامة) أي معظم (من دخلها) من الناس (المساكين) أي الضعفاء المستضعفين في الدنيا الصابرين على الضراء والشاكرين على السراء (وأصحاب الجد) أي الغنى (محبوسون)۔[20]

(آپ ﷺ نے فرمایا: میں جنت کے دروازے پر کھڑا تھا کہ جنت میں زیادہ تر داخل ہونے والے مساکین تھے یعنی وہ لوگ جو دنیا میں کمزور اور مستضعفین تھے، مصائب پر صبر کرنے والے تھے۔ اور آسائش پر شکر کرنے والے تھے۔ اور مالدار لوگ کو روک کے رکھا گیا تھا۔)

7) جنت میں جلدی داخلہ:

آپ ﷺ نے مسلم مستضعفین کی دل جوئی اور ان کے ساتھ ہمدردی کی خاطر جہاں اور بہت سے اقدامات کیے وہاں اخروی جزا و انعامات کے متعلق بھی ان کی خصوصیت کو بیان کر کے ان کی دل جمعی کا سامان کیا۔ چنانچہ احادیث کی رُو سے مستضعفین دوسرے لوگوں سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ چنانچہ علامہ عثیمینؒ ریاض الصالحین کی شرح میں لکھتے ہیں:

ولهذا إذا تأملت الآيات؛ وجدت أن الذين يكذبون الرسل هم الملأ الأشراف والأغنياء، وأن المستضعفين هم الذين يتبعون الرسول، فلهذا كانوا أكثر أهل الجنة، وكانوا يدخلون الجنة قبل الأغنياء۔[21]

(اسی لیے جب آپ آیات میں غور کریں گے تو آپ پائیں گے کہ رسولوں کو جھٹلانے والے اشراف اور مالدار طبقہ تھا، اور مستضعفین ہی رسولوں کی اتباع کرنے والے ہوتے تھے، اسی لیے یہی لوگ جنت میں زیادہ ہونگے، اور مالداروں سے پہلے جنت میں داخل ہونگے۔)

---

19. Al-Hakim, Al-Nisaburi, Muhammad Bin Abdullah, Al-Mustadrik ela Al-Sahihain, (Beirut: Dar Al-Kitab Al-Alamiya, 1411 AH, 1990),Hadith No.:5666
20. Al-Bakri, Muhammad Ali ibn Muhammad ibn Al-Alan, Dalil al-Falehin,Li Turok Riyadh al-Salihin, (Beirut: Dar al-Ma'rifah for printing, publishing and distribution 1425 AH),64/3
21. Al-Uthaymeen, Muhammad ibn Saleh ibn Muhammad, Sharh Riyadh al-Salihin (Riyadh: Dar al-Watan for publication 1426),380/3

مولانا انور شاہ کشمیریؒ (اِنَّآ فَتَحۡنَا لَكَ فَتۡحًا مُّبِيۡنًا)[22] کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

واعلم أن النبی - صلى الله عليه وسلم - إنما امتنع عن القتال في الحديبية لمكان المستضعفين من الولدان، والنسوان من مكة، فلو كان حاربهم لتضرر أولئك المسلمون، وإليه يشير قوله تعالى: {وَلَوۡلَا رِجَالٌ مُّؤۡمِنُونَ وَنِسَآءٌ مُّؤۡمِنَٰتٌ لَّمۡ تَعۡلَمُوهُمۡ أَن تَطَـُٔوهُمۡ فَتُصِيبَكُم مِّنۡهُم مَّعَرَّةُۢ بِغَيۡرِ عِلۡمٍ}.[23]

(یاد رکھیے کہ نبی ﷺ نے مکہ میں مستضعفین بچوں اور عورتوں کی موجودگی کی وجہ سے حدیبیہ میں قتال نہیں کیا، اگر آپ ﷺ ان سے قتال کرتے تو وہ مسلمانوں کو ضرر پہنچاتے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں اشارہ کیا گیا ہے: "اور اگر کچھ مرد ایمان والے اور عورتیں ایمان والی نہ ہوتیں جنہیں تم نہیں جانتے تھے کہ تم انہیں پامال کر دیتے پھر ان کی طرف سے تم پر نادانستگی سے الزام آتا"۔)

8) آپ ﷺ کی طرف سے مستضعفین کی عزت افزائی:

بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں اسلام کی خاطر تکالیف اور کفار کی طرف سے ڈھائے جانے والے مظالم کو برداشت کر کے کلمہ حق کو بلند کرنے والے مستضعفین کو کس طرح عزت و تکریم سے نوازا جاتا تھا، بارگاہ رسالت میں ان کی حاضری کے موقع پر کس طرح ان کی عزت افزائی کی جاتی تھی اور ان کی دل جوئی کے لیے ان کو کس طرح نمایاں حیثیت سے نوازا جاتا ہے اس کا اندازہ حضرت عمار بن یاسر کے ساتھ آپ ﷺ کے اس خصوصی سلوک سے لگایا جاسکتا ہے جو ایک موقع پر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضری کے وقت انہیں ملا تھا۔ چنانچہ حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ:

جَاءَ عَمَّارٌ يَسْتَأْذِنُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: «ائْذَنُوا لَهُ، مَرْحَبًا بِالطَّيِّبِ الْمُطَيَّبِ»[24]

(عمار (بن یاسر) رضی اللہ عنہما آئے، انہوں نے آپ ﷺ کی خدمت میں آنے کی اجازت چاہی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہیں آنے کی اجازت دو، (طیب و مطیب) پاک و پاکیزہ شخص کو خوش آمدید۔)

آپ ﷺ کی طرف سے یہ جو عزت و تکریم حضرت عمار بن یاسرؓ کو دی گئی اس کا سبب وہ قربانیاں تھیں جو انہوں نے اسلام قبول کرنے کی پاداش میں دی تھیں، اور وہ بے پناہ ایذا رسانیاں تھیں جو انہوں نے بے بسی کی حالت میں اسلام کی خاطر جھیلی تھیں۔

9) آپ ﷺ کی مستضعفین سے خصوصی محبت:

آپ ﷺ کو حضرت عمار بن یاسرؓ، جو کہ مستضعفین میں سے تھے، کے ساتھ بے حد الفت و محبت تھی اور ان کی بے پناہ رعایت کرتے تھے، اور موقع بموقع ان کی دل جوئی کے لیے ان کے ساتھ محبت کا اظہار کرتے۔ چنانچہ ایک موقعے پر جب آپ ﷺ کے سامنے ان کی کوئی شکایت کی گئی تو

---

22. Al-Quran, Al Fateh, 48:1

23. Kashmiri, Mohammad Anwar Shah, Faiz Al-Bari ela Sahih Al-Bukhari (Beirut: Dar Al-Kitab Al-Alamiya, 1426 AH),158/5

24. Al-Tirmidhi, Muhammad bin Isa, Al-Sunan, (Maktab and Printing Company Mustafa Al-Babi Al-Halabi, Egypt, 1395 AH, 1975, Hadith No.:3798

آپ ﷺ نے شکایت کرنے والے حضرات سے ناراضگی کا اظہار فرمایا اور حضرت عمارؓ کے ساتھ اپنی محبت کا اظہار کر کے اپنے ہاں ان کے مرتبے کو واضح کیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ :

كان بيني وبين عمار بن ياسر كلام، فأغلظت له في القول، فانطلق عمار يشكوني إلى النبي صلى الله عليه وسلم، فجاء خالد وهو يشكوه إلى النبي صلى الله عليه وسلم. قال: فجعل يغلظ له، ولا يزيده إلا غلظة، والنبي صلى الله عليه وسلم ساكت لا يتكلم، فبكى عمار، وقال: يا رسول الله، ألا تراه؟ فرفع رسول الله صلى الله عليه وسلم رأسه، قال: "من عادى عمارا، عاداه الله، ومن أبغض عمارا أبغضه الله" قال خالد: "فخرجت، فما كان شيء أحب إلي من رضا عمار، فلقيته فرضي۔ (25)

(میرے اور سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے مابین کچھ تکرار ہو گئی، میں نے ان سے کچھ سخت باتیں کہہ دیں۔ سیدنا عمار رضی اللہ عنہ میری شکایت کرنے کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں چلے گئے، ان کے بعد سیدنا خالد رضی اللہ عنہ بھی ان کی شکایت کے سلسلہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں گئے اور ان کے متعلق سخت باتیں کرنے لگے، ان کی باتوں کی شدت بڑھتی ہی جاتی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش تھے، کوئی کلام نہیں کر رہے تھے، یہ منظر دیکھ کر عمار رضی اللہ عنہ رونے لگے۔ اور کہنے لگے: اے اللہ کے رسول! کیا آپ دیکھتے نہیں یہ کیا کچھ کہہ رہے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا سر مبارک اٹھا کر فرمایا: جو شخص عمار سے عداوت رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس سے عداوت رکھے گا اور جو کوئی عمار سے بغض رکھے گا، اللہ تعالیٰ اس سے بغض رکھے گا۔ سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں سے واپس ہوا تو میری نظروں میں سب سے اہم اور پسندیدہ بات یہی تھی کہ عمار رضی اللہ عنہ مجھ سے راضی ہو جائیں، چنانچہ میں نے جا کر ان سے ملاقات کی اور وہ مجھ سے راضی ہو گئے۔)

10) مستضعفین کی دعائیں سببِ نصرت:

یقیناً اللہ کے ہاں اُن لوگوں کی بے حد قدر و منزلت ہے جنہوں نے اللہ کے راستے میں مشقتیں اور تکالیف جھیلیں، بے پناہ مصائب و آلام برداشت کر کے بھی ایمان کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا اور "ربنا الله" کا نعرہ لگایا۔ اس بے پناہ صبر و استقامت اور استقلال کے صدقے اللہ کے ہاں وہ اتنے محبوب بن گئے اور انہیں یہ شرف بخشا گیا کہ ان کی دعاؤں میں وہ تاثیر رکھ دی گئی ہے کہ وہ نصرت الٰہی کا سبب بن گئیں۔ یہ شرف و وقار بھی در اصل ان مستضعفین کی دل جوئی کی خاطر تھا۔ جیسا کہ حدیث پاک میں ہے:

عن مصعب بن سعد عن أبيه قال قال رسول الله صلى الله عليه و سلم ينصر المسلمون بدعاء المستضعفين۔(26)

(مصعب بن سعد اپنے والد سے نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: مستضعفین کی دعاء کی بدولت مسلمانوں کی مدد کی جاتی ہے۔)

25- Al-Imam, Ahmad Ibn Hanbal, Al-Musnad, (Beirut: Al-Risalah Foundation, 1421 AH, 2001) Hadith No.:1814

26- Abu Na'im, Ahmad bin Abdullah, Al-Isbahani,Hilyat Al Auliyaa Wa Tabqaat Al Asfa'iyah (Beirut: Dar Al-Kitab Al-Arabi, 1405 AH) 100/5

11) مظلومین کے لیے دعاؤں کا اہتمام:

آپ ﷺ نے سلمہ بن ہشام کے خصوصی دعائیں کیا کرتے تھے۔ اہل اسلام پر یہ بھی فرض ہے کہ وہ ظلم واستبداد کا شکار اپنے مسلم بھائیوں کے لیے دعاؤں کا اہتمام کریں۔ علامہ ابن عبدالبرؒ رقمطراز ہیں:

وكان سلمة قديم الإسلام، واحتبس بمكة وعذب في الله عز وجل، وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم يدعو له في صلاته. يقنت بالدعاء له ولغيره من المستضعفين بمكة۔[27]

سلمہؓ قدیم الاسلام ہیں، مکہ میں محبوس و مقید رہے اور اللہ کی راہ میں عذاب میں مبتلا کیے گئے۔ رسول اللہ ﷺ نماز کے اندر ان کے لیے دعائیں کرتے، آپ ﷺ ان کے اور ان کے سوا مکہ میں دوسرے مستضعفین کے لیے خصوصی دعا کیا کرتے تھے۔

اسی طرح حضرت عیاشؓ بن ابی ربیعہ المخزومی القرشی مکہ میں قید تھے۔ آپ ﷺ مکہ میں قید جن اہل ایمان کی آزادی کے لیے خصوصی دعا کیا کرتے تھے ان میں ایک نام ان کا بھی ہے۔[28]

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ ہر نماز کے بعد دعا فرماتے تھے: الٰہی سلمہ بن ہشام اور عیاش بن ربیعہ اور ولید بن ولید اور دوسرے کمزور مسلمانوں کو جو ہجرت کی استطاعت نہیں رکھتے (مشرکین مکہ کے ظلم و ستم سے) نجات عطا فرما۔ بدر کے بعد تین سال تک حضور ﷺ ان تینوں حضرات کے لیے دعا فرماتے رہے۔[29]

لہٰذا ان احادیث مبارکہ کی روشنی میں مسلمانوں کا فریضہ ہے کہ وہ ان مظلوم مسلمان بھائیوں کو ہمہ وقت اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں، ان کی نجات اور آزادی کے لیے اللہ کے حضور دعاؤں کا اہتمام کریں۔

12) صبر کی تلقین:

ظلم کی چکی میں پستے مسلمانوں کی ڈھارس بندھانا اور انہیں صبر کی تلقین بھی آپ ﷺ کے طرز عمل سے ثابت ہے۔ چنانچہ جب دوپہر کی گرمی اور دھوپ خوب تیز ہو جاتی تو بنو مخزوم (حضرت) عمار، ان کے والد (حضرت) یاسر اور والدہ۔ اہل بیت اسلام[30]) کو مکہ کی آگ کی طرح گرم ریت پر تڑپاتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس طرف گزر ہوتا تو فرماتے:

صبرا آل یاسر موعدکم الجنة۔[31]

"آل یاسر! صبر کرو۔ تم سب کے لیے جنت کا وعدہ ہے"۔

ابن کثیر بیہقیؒ سے حضرت جابرؓ کی سند کے ساتھ نقل کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمارؓ اور ان کے اہل خانہ کے قریب سے گزرے تو وہ ہدفِ تعذیب بنائے جا رہے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

27- Ibn Abd al-Barr, Yusuf ibn Abdullah, Isti'aab fi Ma'rifat al-Ashab, (Beirut: Dar al-Jabal, 1412 AH, 1992) 463/2

28- Ibn al-Athir, Jamiol Asool Fi Ahadith Al Rasool,(Kuwait: Dar al-Bayyan, 1389 AH, 1969) 621/12

29- Ibn al-Athir,Jamiol Asool Fi Ahadith Al Rasool,131/4

30 ۔ حضرت عمار بن یاسر، ان کے والد اور ان کی والدہ کو اہل بیت اسلام کہا جاتا تھا۔ جیسا کہ مستدرک حاکم کی اس روایت سے معلوم ہوتا ہے: كَانَ عَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ وَأَبُوهُ وَأُمُّهُ أَهْلَ بَيْتِ إِسْلَامٍ۔ (عمار بن یاسر، ان کے والد اور ان کی والدہ اہل بیت اسلام تھے۔)

(Al-Hakim, Al-Mustadrik Ali Al-Sahihin, Hadith No. 5646)

31- Ibn Kathir, Isma'il Ibn Umar, Al Bidaya Wal Nihaya, (Beirut: Dar Al-Ahya Al-Tarath Al-Arabi, 1408, 1988)

ابشروا ال عمار وال یاسر فان موعد کم الجنة۔[32]

"آل عمار اور آل یاسر تمارے لیے خوش خبری ہے، تمہارے لیے جنت کا وعدہ ہے"۔

"طبقات ابن سعد" میں اس مضمون کی متعدد روایات موجود ہیں۔[33]

اسی طرح ابن سعدؒ روایت کرتے ہیں کہ:

احرق المشرکون عمار بن یاسر بالنار مکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یمر بہ ویمر یدہ عسی رأسہ فیقول یانار کونی بردًا وسلمًا علی عمار کما کنت علی ابراھیم۔[34]

"مشرکین نے حضرت عمارؓ بن یاسرؓ کو آگ سے جلایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ادہر سے گزرے تو ان کے سر پر اپنا دست شفقت پھیرا اور فرمایا، اے آگ تو عمار کے لیے ٹھنڈی ہو اور سلامتی ہو جا، جیسا کہ تو حضرت ابراہیم (علیہ السلام) پر ٹھنڈی اور سلامتی ہو گئی تھی"۔

اسی طرح جب صلح حدیبیہ کا معاہدہ تحریر کیا جارہا تھا کہ اسی دوران حضرت ابو جندلؓ کفار کی قید سے بھاگ کر مسلمانوں کے پاس آگئے تھے جنہیں بعد ازاں کفار کے اصرار پر معاہدہ کے مطابق کفار کے حوالے کر دیا گیا تھا جس پر ابو جندلؓ نے آپ ﷺ کے پاس رہنے پر اصرار کیا تو آپ ﷺ نے انہیں حوصلہ دیتے ہوئے فرمایا:

یا ابا جندل اصبر واحسب فان اللہ جاعل لك ولمن معك من المستضعفین فرجًا و مخرجًا۔[35]

"ابو جندل! صبر اور ضبط سے کام لو۔ خدا تمہارے لیے اور دوسرے مظلوموں کے لیے کوئی راہ نکالے گا"۔

آپ ﷺ کے ان تمام اقدامات کی روشنی میں امت مسلمہ کا فریضہ ہے کہ وہ مسلم مستضعفین کے ساتھ ہر طرح سے یک جہتی کا اظہار کریں، سیاسی اور اخلاقی فریضہ سمجھتے ہوئے اپنی ذمہ داری کا احساس کریں، مسلم مستضعفین کے حوالے سے جہاں اور بہت سی ہمہ جہت ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں وہاں اخلاقی دائرے میں ان کی دل جوئی بھی ان کے غم اور دکھ درد بانٹنے کا سبب بن سکتی ہے۔

5 خلاصۂ بحث:

بلا شبہ آپ ﷺ کی ذات تمام انسانیت کے لیے رحمت ہے، آپ ﷺ کے تمام اقدامات اور اقوال وافعال میں امت کے لیے شفقت و محبت کے جذبات نمایاں تھے۔ اور پھر جن حضرات نے آغاز اسلام میں کلمۂ حق کو قبول کرنے کی پاداش میں طرح طرح کے مظالم سہے، اپنے جسموں کے ٹکڑے کرائے، دہکتے کوئلوں پر لیٹا دیئے گئے، بے پناہ جسمانی اور نفسیاتی آلام ومصائب کا شکار ہو کر بھی دولت اسلام کو نہ صرف سینے سے لگائے رکھا بلکہ اسے اگلی نسلوں اور قوموں تک پہنچانے کا فریضہ بحسن وخوبی انجام دیا۔ ان کی دل جوئی اور اشک شوئی کے لیے آپ ﷺ نے کیا کیا اقدامات کیے اس کا اندازہ درج بالا سطور سے بخوبی ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے موقع بموقع ان کے ساتھ خصوصی برتاؤ کا مظاہرہ کیا، کہیں اپنے مجالس میں نمایاں مقام و حیثیت سے نواز کر ان کی دل

32- Ibn Kathir,Al Bidaya Wal Nihaya,76/3
33- Ibn Sa'd, Al-Tabqat al-Kubra, 249/3
34- Ibn Sa'd, Al-Tabqat al-Kubra, 248/3
35- Al-Bayhaqi, Ahmad Ibn Al-Hussein, Al-Sunan Al-Kubra, (Makkah, Maktab Dar Al-Baz, 1414 AH, 1994) Hadith No. 18611

جوئی کی، کہیں ان کو دنیا میں ہی جنت کی بشارت سے سرفراز فرمایا، کہیں انہیں دنیا میں ہی مغفرت کا پروانہ عطا کیا، کہیں ان کے لیے سب سے پہلے جن میں داخلے کا اعلان کر کے ان کی دل جوئی فرمائی، کہیں ان کے ساتھ خصوصی محبت و الفت کا اظہار کر کے ان کی دل جوئی کی، کہیں آپ ﷺ نے مستضعفین کی دعاؤں کو نصرت الہی کا سبب قرار دیا۔

یہ مستضعفین کی دل جوئی ہی کی خاطر تھا کہ آپ ﷺ نے حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالی عنہ کو اپنا سید المؤذنین مقرر کیا تھا جن کا شمار مکی عہد کے مستضعفین میں ہوتا تھا۔ پھر سب سے بڑھ کر اسلام نے انہی مستضعفین کی خاطر ہی جہاد کو فرض کیا، اور آپ ﷺ نے جہاد کے اس فریضے کو انجام دیا اور اس اہم حکم کو اسے عملی جامہ پہنایا۔ چنانچہ مستضعفین کی دل جوئی کے لیے آپ ﷺ کے مذکورہ بالا اقدامات سے عصر حاضر کے حوالے سے ہمیں بہت سے سبق ملتے ہیں۔ جن سے امت مسلمہ کو رہنمائی لینے کی ضرورت ہے۔

آج پوری دنیا میں بالعموم اور کشمیر، فلسطین، شام، عراق، برما، افغانستان میں مسلمان مختلف جہات سے ریاستی اور غیر ریاستی ظلم و تشدد کا شکار ہیں۔ عالم اسلام جس المناک صورت حال سے دوچار ہے اس نے ہر دردمند مسلمان کو بے چین و مضطرب کر رکھا ہے اور بظاہر اس دلدل سے نکلنے کی کوئی صورت بھی دکھائی نہیں دے رہی۔ مقبوضہ کشمیر میں بھارتی سنگینوں کے حصار میں نہتے عوام ظلم و تشدد کے ایک اور دور سے گزر رہے ہیں۔

لہٰذا امت مسلمہ کو بیدار ہونے کی ضرورت ہے اور مظلوم و مستضعف مسلمانوں کی دل جوئی کے اقدامات کے ساتھ ساتھ اخلاقی، سیاسی، معاشی سطح پر اقدامات کرنے کی ضرورت ہے۔ نیز ہر مسلمان کا انفرادی اور اجتماعی فریضہ ہے کہ وہ مظلوم و مستضعف کی اخلاقی حمایت جاری رکھیں، اور وقتاً فوقتاً سرکاری سطح پر بیانات جاری کر کے بھی اس ظلم کے خلاف آواز اٹھائیں، اور سفارتی سطح پر بھی مؤثر حکمت عملی اپنا کر زیادہ سے زیادہ ممالک کو اس پر آمادہ کیا جائے کہ وہ مسلمانوں پر ہونے والے اس ظلم کے خلاف اپنا بااثر کردار ادا کریں۔